بھی سخت تنقید کی ہے، اور ان کے حکمرانوں کو ان کی اسلام دشمنی اور اسلام سے ناواقفیت پر سخت ملامت کی ہے (صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۱)۔ اسلام کے اجتماعی نظام کی بھی مولف نے مفصل تشریح کی ہے۔ ان کی رائے میں اسلامی نظام کے اہم ارکان بارہ ہیں:-

(۱) کامل مساوات (۲) بے لچک عدل (۳) حریت (حریت عقیدہ، حریت فکر، حریت اظہار رائے) (۴) اخوت (۵) اتحاد (۶) تعاون (۷) برائیوں سے بچنا (۸) خوبیوں کو اختیار کرنا (۹) بندہ اللہ کی ملک میں امین ہے، حقیقی مالک نہیں۔ اس کی حیثیت مستخلف کی ہے (۱۰) دولت کی تقسیم (۱۱) صلہ رحمی (۱۲) شوریٰ

ان بارہ عنوانوں کے تحت جو کچھ کہا گیا ہے، اس سے ہمارے ہاں کے اسلامی حلقے اچھی طرح مانوس ہیں۔ خوشی ہے کہ اب مصر میں بھی یہ باتیں بار بار کہی جا رہی ہیں اور مختلف پیرایوں میں، گو کہیں کہیں عمق تفکیر کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

کتاب کی زبان عام اخباری سطح سے بلند نہیں۔ مصنف اس میدان میں ابھی نئے نئے آئے ہیں توقع ہے کہ جلدی ہی ان کی زبان بھی بلند ہو جائے گی۔

(۱۰) الاسلام واوضاعنا السیاسیۃ (اسلام اور ہمارا سیاسی نظام) مصنف: عبدالقادر عودہ تقطیع متوسط۔ طباعت اچھی، کاغذ معمولی۔ ۲۲۵ صفحے۔ مطبوعہ: قاہرہ ۱۹۵۱ء

یہ عبدالقادر عودہ کی دوسری کتاب ہے۔ یوں تو اس کا موضوع بحث بہت وسیع ہے، مگر اس میں موجودہ سیاسی نظام پر تنقید یا اس کے ساتھ تقابل بہت کم کیا گیا ہے۔ البتہ اسلام کے سیاسی نظام پر ایک حد تک مفصل اور معلومات افزا گفتگو کی گئی ہے۔ کتاب کے اہم ابواب یہ ہیں:

(۱) استخلاف فی الارض (۲) مال سب اللہ کا ہے (۳) حکم اور امر اللہ ہی کے لیے خاص ہیں۔ (للہ الحکم والامر)۔ (۴) اسلامی حکومت کے فرائض اور خصوصیات (۵) خلافت اور امامت کبریٰ (۶) خلیفہ یا امام کی حیثیت (۷) شوریٰ (۸) اسلامی حکومت میں اقتدار (۹) ہمارے موجودہ نظام کو اسلام سے کیا نسبت ہے؟ (۱۰) اس صورت حال کا ذمہ دار کون ہے؟

جہاں تک مصنف کی فکر اور ذہن کا تعلق ہے، اس میں کوئی الجھاؤ نہیں۔ اور اسلام کے سیاسی نظام

کو وہ ٹھیک ٹھیک سمجھے ہیں اور اس کی اچھی اور واضح تشریح کی ہے۔ کمیونزم اور جمہوریت سے اسلام کا مقابلہ کرنے والوں کے مصنف بہت شاکی ہیں (ص ۲۱۶-۷)۔ خلافت و امامت اور انعقاد بیعت کی بحثیں انہوں نے متقدمین سے مستعار لی ہیں، اس لیے کتاب میں بعض ایسی تفصیلات بھی آگئی ہیں، جن کی اس زمانے میں ضرورت نہیں پڑتی۔ خلافت کے لیے "قرشیت" کی شرط اور اس کی تردید (ص ۱۰۴-۹)، ایک امام کی شرط (ص ۱۰۱)، ایک اسٹیٹ (ص ۱۶۵-۶) اور مسلمان ایک قوم ہیں (ص ۲۰۸-۲۰۲)، یہ اور اس قسم کی بحثیں پرانی ہو چکیں۔

مصنف نے بعض مختلف فیہ مسائل میں کسی ایک پہلو کو ترجیح بھی دی ہے۔ امام کے انتخاب میں وہ اہل حل و عقد، کی اکثریت کا اتفاق کافی سمجھتے ہیں (ص ۱۱۱، ۱۶۰، ۱۶۸)۔ شوریٰ میں اکثریت کی رائے بہرحال فیصلہ کن ہوگی (ص ۱۵۱)۔ کسی اعلیٰ منصب کی طلب مکروہ ہے، حرام نہیں (ص ۱۶۸-۹)۔ یہ سب مسئلے اجتہادی ہیں اور ان میں دو رائیں ہو سکتی ہیں، اور انہیں برداشت کرنا چاہیے۔ خود راقم کا رجحان بھی مصنف سے زیادہ مختلف نہیں۔ البتہ جہاں مؤلف نے خلافت کا منصب مدت العمر ہی کے لیے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس پر اجماع سے دلیل لائے ہیں (ص ۱۳۸)، اس سے عاجز کو اختلاف ہے۔ اس کی حمایت میں کوئی نص نہیں۔ صرف خلافت راشدہ کے تعامل کو اجماع نہیں کہہ سکتے۔ پھر خود اجماع اپنی جگہ پر بڑا متنازع فیہ مسئلہ ہے۔ ایک اچھا خاصہ طبقہ کبیر اجماع کا منکر ہے۔ اور جو قائل ہیں، ان کے ہاں بھی بڑی شرطیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں بھی دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ اور اس کا فیصلہ مصالح وقت کے تحت ہوگا۔

ہمارے کچھ دوست قرآن کریم میں بعض انبیاء کے ساتھ "ملک" کا لفظ دیکھ کر بدکتے ہیں۔ اور بعض دوسرے خوش فہم اسے اپنی محبوب "ملوکیت" کے حق میں دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، حالانکہ قرآن کریم پر اس سے بڑا ظلم نہیں ہو سکتا۔ مصنف نے اس مشکل کے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ خلیفہ، امام اور ملک کو ہم معنی قرار دیتے ہیں (ص ۱۴،۱۵)، کبھی متغلب کو بھی ملک کہتے ہیں (ص ۱۵)۔ کتاب میں اور بھی اچھی بحثیں ہیں۔ کسی صاحب علم کے ہر حرف اور ہر جزئیہ سے اتفاق تو دشوار ہے۔ البتہ